العقد الثمین فی فتوح الهند و من ورد فیها من الصحابة و التابعین اور قاضی اطہر مبارک پوری کا منہج

انوار حسین*

Sub-continent is one of fortunate territories that are blessed with galaxy of Islamic scholars who contributed in diversified Islamic fields. Qadi Athar Mubrakpuri is big name in the list of Muslim historian of sub-continent who extended such a marvelous work that can never be forgotten. He probed the Muslim history and collected jewels and gems of Islamic history for sub-continent. This would not be an exaggeration if it said that the book "Al-Iqd al-thamin" is an encyclopedia of Islamic history of subcontinent. The books gives detailed and minute information about India in early epoch of Prophet (s.a.w.) and four caliphates. The books also provides authentic information about number, name and other details of the companions of last Prophet (s.a.w.) who visited India or buried here. The pupils of the companions of the Prophet have also been discussed and very comprehensive information has been produced by Qadi Mubarakpuri. The sources of Qadi Mubarakpuri are of vast range that start from hadith and seerah to literary and poetry books of different periods.

اللہ تعالیٰ کی عجیب حکیمانہ کارکردگی ہے کہ اپنے آخری نبی سید الاولین والاخرین حضرت محمد ﷺ کو ایک ایسی امت مرحمت فرمائی جس نے علم کی خدمت واشاعت، علوم کی تحقیق وتدقیق کے ساتھ ساتھ متعلقات علوم کی وضع وتدوین کا ایسا کارنامہ سرانجام دیا جس کی مثال تاریخ کے اوراق میں نہیں ملتی تصنیف وتالیف کے میدان میں گذشتہ اقوام سے بازی لے گئی اور اتنا بڑا علمی ذخیرہ اور اتنا وسیع وعریض کتب خانہ اس کی محنتوں سے وجود میں آیا جس کا سرسری جائزہ لینا بھی ممکن نہیں۔ جس ہستی کو رب ذوالجلال نے امی لقب عطا فرمایا اس کو ایسی امت کا عطا ہونا جو اپنے علمی شوق وشغف، اپنی بلند ہمتی اور قوت ارادی میں بے مثال ہو اور خدمت علم میں جان کھپا دینے والی ہو یہ قدرت الٰہی کی کرشمہ سازی ہے اور مادیت پرست وظاہر بین انسانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ بے سروسامانی کے باوجود ان بوریہ نشین اکابر نے کامیاب جدوجہد کر کے انسانیت کو یہ سلیقہ سکھایا کہ کنج قفس کو فصل بہاراں بنادینے اور خاک ساحل سے طوفان اٹھانے کا کیا طریقہ ہے۔ علوم ومعارف کا جو بحر وذخار ان بزرگوں کے سینوں سے نکل

* پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور / لیکچرر، امپیریل کالج آف بزنس سٹڈیز (چارٹرڈ یونیورسٹی)، لاہور۔

کر کاغذ و قرطاس میں پھیلا وہ امت کے لیے ہدا یت کا ذریعہ بنا انہی اکابرین امت میں سے ایک شخصیت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ کی ہے۔

نام و نسب اور ولادت

قاضی اطہر مبارک پوریؒ کا خاندانی نام عبد الحفیظ بن شیخ حاجی محمد حسن ہے۔ خاندانی نام آپ کے نانا مولانا احمد حسن رسول پور ی (م: 1359ھ) نے رکھا بعد میں قاضی اطہر مبارک پور یؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ 14 رجب 1334ھ بمطابق 17 مئی 1961ء کو محلہ حیدر آباد، قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ صوبہ اتر پردیش انڈیا میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ حاجی محمد حسن بن شیخ حاجی لعل محمد بن شیخ محمد رجب بن شیخ محمد رضا بن شیخ امام بخش بن شیخ علی (م: ۱۱ ربیع الاول 1384ھ) ہے۔ والدہ کا نام حمیدہ بنت مولانا احمد حسین رسول پور یؒ بن شیخ جمال الدین (م:1352ھ) ہے۔ قاضی اطہر مبارک پوریؒ کے والد شیخ حاجی محمد حسن اپنے بہن بھائیو ں میں سب سے چھوٹے جبکہ آپ اپنے والد کے چھ بچوں بالترتیب پانچ لڑکے اور ایک لڑکی میں سب بڑے تھے۔(1)

لفظ "قاضی" کی وجہ تسمیہ

آپ کے خاندان میں ایک مدت تک نیابت قضا کا عہدہ قائم رہا اس لیے آپ بھی قاضی کہے اور لکھے جاتے ہیں۔

قاضی اطہر مبارکپوریؒ اپنی خود نوشت سوانح میں لکھتے ہیں:

"میرے جد اعلیٰ سلطان نصیر الدین ہمایوں (1508-1556ء) کے دور سلطنت میں کرامانک پور سے حضرت راجہ سید حامد چشتی مانک پور ی (م:965) بانی مبارک پور کے ہمراہ اپنا حسب نسب چھوڑ کر یہاں آئے اور اسی زمانہ سے نیابت قضا کا عہدہ ہمارے خاندان میں چلا آرہا ہے جس کی خوبو اب بھی خاندان کے ہر چھوٹے بڑے فرد سب میں پائی جاتی ہے اور غیرت و حمیت نفس صاف گوئی اور خودداری کا لحاظ بہت زیادہ ہے۔ انتہائی بچپن کے چند ایسے واقعات مجھ کو اب تک یاد ہیں جن سے میر ی عزت و حمیت کو ٹیس لگی تھی اور آگے چل کر ان سے خوددار ی کو مدد ملی"۔(2)

تعلیمی احوال و کوائف

قاضی مبارکپوریؒ نے اس زمانہ میں رواج کے مطابق قاعدہ بغداد ی، قرآن شریف اور اردو کی ابتدائی تعلیم محلہ کے گھریلو مکتب سے شروع کی۔ گھر میں والد اور والدہ سے پڑھتے جب آپ تیسرا پارہ پڑھ رہے تھے تو آپ کو مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور میں داخل کرواد یا گیا۔ یہاں حافظ علی حسن سے قرآن کریم اور منشی اخلاق احمد سے ریاضی اور مولانا نعمت اللہ سے فارسی وخوش نویسی کی تعلیم لی یوں پندرہ برس کی عمر تک اردو اور فارسی کی تعلیم مکمل کی۔(3)

صفر 1350ھ تا شعبان 1358ھ تقریباً آٹھ برس تک مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور کے اساتذہ کے زیر سایہ علوم دینیہ سے بہرہ مند ہوئے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆آپ نے اکثر کتابیں مفتی محمد یسین مبارک پوریؒ (م: 1404ھ) سے پڑھیں۔

☆منطق وفلسفہ کی ز یادہ کتابیں مولانا شکر اللہ نعمت مبارک پوریؒ (م: 1361ھ)

☆علم منطق کی بعض کتابیں مولانا بشیر احمد مبارک پور یؒ (م1404ھ) سے پڑھیں۔

☆تفسیر جلالین مولانا محمد عمر مظاہر ی مبارک پوریؒ سے پڑھیں۔

☆عروض وقوافی اور ہیئت کے بعض اسباق اپنے حقیقی ماموں مولانا محمد یحییٰ رسولپوریؒ (م:1387ھ) سے پڑھ کر اُردو، فارسی اور عربی میں صاحبِ کمال ہوئے۔(4)

دورہ حدیث

مدرسہ احیاء العلوم میں مروجہ نصاب مکمل کرنے کے بعد ۱۳۵۸ھ میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کا علمی سفر کیا اور مولانا سید فخر الدین احمد (م1392ھ) سے جو اس وقت شیخ الحدیث تھے صحیح بخاری ، سنن ابن ماجہ سنن ابی داؤد اور مولانا سید محمد میاں (م16 شوال1395ھ) سے سنن ترمذی اور مولانا سید محمد اسمعیل سنبھلیؒ (م 1395ھ) سے صحیح مسلم کا درس لیا اور یوں (1395ھ) میں تمام مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کرکے فارغ التحصیل ہوئے۔(5)

مرض الوفات اور وفات

قاضی اطہر مبارکپوریؒ کئی سال مختلف عوارض کا شکار رہے۔ دوائی پابند ی سے استعمال کرتے لیکن بستر علالت پر کبھی نہیں رہے۔ آخر ی ایام میں ناک میں کوئی تکلیف تھی جس کا آپر یشن بھی کروایا گیا لیکن آپریشن کی وجہ سے نقاہت ہو گئی جو برابر موت تک رہی۔

آخر 28 صفر 1417ھ 16 جولائی 1996ء بروز یکشنبہ شب 9 بج کر 55 منٹ پر تاریخ اسلام کا یہ روشن آفتاب غروب ہو گیا انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ (6)

تصنیفات

قاضی اطہر مبارک پوریؒ نے جو زبردست علمی و تحقیقی کارنامے انجام دیے ان کو علمی دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی۔ ذیل میں قاضی صاحب کے علمی و تحقیقی کارناموں کی مکمل فہرست ہے اس میں انکی تمام اردو اور عربی تصانیف کے علاوہ جن زبانوں میں دوسروں نے ان کے ترجمے کیے اور جن اداروں نے اپنے طور پر شائع کیا اور جن مخطوطات کی تصحیح و تحقیق کی ان پر تعلیقات لکھیں یا ان کے مسودے حوادث کا شکار ہو گئے اور شائع نہ ہو سکے ہر ایک کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

1۔ صالحات
2۔ اسلامی شادی
3۔ افادات حسن بصریؒ
4۔ حج کے بعد
5۔ مسلمان
6۔ معارف القرآن
7۔ رجال السند والہند
8۔ تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں
9۔ طبقات الحجاج
10۔ دیوان احمد
11۔ علیؓ و حسینؓ
12۔ عرب و ہند عہد رسالت میں
13۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں
14۔ اسلامی ہند کی عظمت رفتہ
15۔ مآثر و معارف
16۔ خلافت راشدہ اور ہندوستان
17۔ جواھر الاصول فی علم حدیث الرسول
18۔ خلافت بنوامیہ اور ہندوستان
19۔ الھند فی عھد العباسین
20۔ العقد الثمین فی فتوح الھند و من ورد فیھا من الصحابۃ والتابعین
21۔ دیار پورب میں علم اور علماء
22۔ تدوین سیر و مغازی
23۔ خلافت عباسیہ اور ہندوستان
24۔ ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت
25۔ تاریخ اسماء الثقات
26۔ آثار و اخبار
27۔ سیرت ائمہ اربعہ
28۔ اسلامی نظام زندگی

29۔ خیر القرون کی درسگاہیں اور انکا نظام تعلیم و تربیت

30۔ مسلمانوں کے ہر طبقہ و ہر پیشہ میں علم اور علماء

31۔ کاروانِ حیات 32۔ علمائے اسلام کے القابات و خطابات

33۔ قاضی اطہر مبارکپوریؒ کے سفر نامے 34۔ مکتوبات امام احمد بن حنبلؒ

35۔ خواتین اسلام کی علمی و دینی خدمات 36۔ تذکرہ علمائے مبارک پور

37۔ آسودگان خاک 38۔ جواہر القرآن

39۔ علمائے اسلام کی خونیں داستانیں 40۔ مطالعات و تعلیقات

41۔ مئے طہور

العقد الثمین کا موضوع

اس کتاب کا موضوع اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلمانوں کی ہندوستان میں معرکہ آرائیوں اور فتوحات کی تاریخ نیز اس عہد میں ہندوستان میں صحابہ و تابعین کی آمد اور ان کے تذکرہ خیر کا بیان ہے جو عہد نبوی سے لیکر عہد اموی 132ھ تک کی تاریخ ہے۔(7) اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب کتب تاریخ میں درج ذیل انفرادیتوں کی حامل ہے۔

i۔ اس موضوع پر عربی زبان میں اسے پہلی کتاب ہونے کا اعزاز و اہمیت حاصل ہے۔ اگر آج تک کی کتب تاریخ ہندوستان کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنے میں باک نہیں کہ نہ صرف پہلی کتاب ہے بلکہ آخری کتاب ہے۔

ii۔ اس موضوع پر عربی ادب میں بھی اس نوعیت کی جامع و کامل کتاب موجود نہیں تھی۔

iii۔ موضوعاتی اہمیت کے لحاظ سے ہندوستانی تاریخ میں اسلامی انقلاب آنے کا جو سراغ اس کتاب میں دستیاب ہے وہ پہلی دفعہ منظر عام پر آیا۔

طباعتی و اشاعتی تاریخ

یہ کتاب پہلی مرتبہ رمضان المبارک 1388ھ بمطابق دسمبر 1968 ہندوستان سے شائع ہوئی۔(8)

ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے متعلق مولانا مبارک پوری کی پانچویں محققانہ کاوش تھی اس سے "رجال السند والهند الی القرآن السابع" العرب والهند فی عهد الرسالة، الحکومات العربیه فی الهند اشاعت پذیر ہو کر دد تحسین وصول کر چکی تھیں۔(9)

قاضی صاحب نے اس کتاب کی تحقیقی محنتوں کا آغاز رمضان 1386ھ میں کیا اور دو سال کی محنت کے بعد یہ کتاب منصہ شہود پر رونق پذیر ہوئی۔(10)

اس کتاب کی طبع دوم گیارہ سال بعد قاہرہ، مصر سے ہوئی ، طبع دوم سے متعلق قاضی صاحب فرماتے ہیں۔

"والان بعد احدی عشرة سنة اراد الله سبحانه وتعالی ان یصدر هذا الکتاب فی شکل جدید رائع جذاب فی القاهره، ولقد حصل لی خلال هذا الفترة بعض التراجم الجدیدة بالاضامة الی الا ستدراکات المقبدة والحقتها بالکتاب"(11)

"آج گیارہ سال بعد اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ یہ کتاب ایک نئے، خوشنما اور جاذب نظر انداز سے قاہرہ سے اشاعت پذیر ہو اس وقفہ کے دوران مجھے کچھ نئے حالات و سوانح پر مزید اضافہ جات حاصل ہوئے تو اس طبع میں دونوں طرح سے اضافہ کیا گیا ہے۔ طبع دوم کے محرم و مؤید علماء و مشائخ ریاض سعودی عرب تھے بالخصوص ان علماء و مشائخ میں محمد بن ناصر العبودی امین عام دعوۃ اسلامیہ عالمیہ، محمد بن ابراھیم، مدیر دعوۃ دینیہ فی الخارج اور عبد اللہ بن عبد اللہ الزاہد ڈائریکٹر دعوۃ اسلامیہ، جامعہ محمد بن سعود الاسلامیہ اس کتاب کی اشاعت میں پیش پیش رہے۔(12)

طبع دوم پر مقدمہ محقق جلیل معروف صحافی الاستاذ عبد القدوس الانصاری المدنی رئیس تحریر مجلہ "المنہ" جدہ نے لکھا جبکہ تقریظ و مقدمہ ثانی الاستاذ محمد بن حسن بن علامہ السید العلوی المالکی کا ہے۔(13)

محقق کے زیر استعمال نسخہ مکتبہ دار الانصار القاہرہ کا ہے۔

کتاب کا اسلوب تحریر

عربی زبان و ادب کے اعتبار سے یہ منفرد کتاب کس اسلوب میں تحریر ہوئی ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے استاد عبد القدوس انصاری المدنی لکھتے ہیں۔

"القاضی اطهر المبارکبوری من جلة العلماء الثقات المعاصرین الذین منهم الله قلبا واعیاً، والهمهم من امرهم و علمهم رشدا و توفیقا، و تفکیر اسدیدا، اذ وقفه الی التضیف الممتع المفید

باللغة العربیه و باللغة الاردیة معا، عن ماضی الھند فی کتب فختلفة الموضوعات، متساویه الاھداف، تنسم بالفصاحة، والوضوح و بالا ستقصاء فی سلاسة اسلوب و روعة بیان، ضیبانه فی کتبه من "السھل الممتنع "(14)

ترجمہ : قاضی اطہر مبارک پوری معاصر اجل وثقہ علماء میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سوچنے اور غور وفکر کرنے والا ذہن عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملات اور ان کے علم کو رشد وہدا یت اور توفیق بخشی ہے انھیں راست فکر عطا ہوئی ہے۔ قاضی صاحب نے اسلامی ہندوستان کے ماضی سے متعلق مفید اور نفع بخش تصانیف کے لیے اردو عربی زبان میں بیک وقت مختلف موضوعات کو منتخب کیا اختلاف موضوع کے باوصف سب کا ہدف ومقصود ا یک ہی ہے ان کی کتب میں فصاحت بیا ن کی مہک ہے موضوع کو واضح کرنے اور سلاستِ بیان کے ساتھ موضوع کا احاطہ کرنے میں ان کی کتب دلکش اسلوب کی حامل ہیں ان کی کتب زبان وبیان کے اعتبار سے سہل ممتنع کی حامل ہیں۔

ذیل میں قاضی صاحب کے اسلوب تحر یر کے چند نمونے بطور ثبوت پیش کیے جاتے ہیں جو سلاست بیان، روانی اور حسن اظہار کا مظہر ہیں۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کے ا یام حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" وکان ایام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی العدل والا من والرفاھیة وحسن السیاسة علی اعلی مستوی، واقعی غایة، وکان عثمان بن عفان علی غایة الحلم والوقار والحیاء والعفو، والخصال الحمیدة معذرت وانقضت بلاد العجم فی بدء خلافته، خصوصاً بلاد فارس حتی ان اھل مکران انقضوا العھود، وعتوا، فساس فیھا سیاسة حسنة وبعث اولا من یاتیه باحوال بلاد الھند، ثم بعث الجیوش الی السند و مکران واقفص ففتح"(15)

ترجمہ : حضرت عمر بن الخطاب کا عہد حکومت عدل، امن، عوامی فلاح وبہبود اور حسن انتظام وسیا ست کے اعتبار سے اعلیٰ مقام کا حامل دور تھا۔ سید نا عثمان بن عفانؓ حلم ووقار اور حیا ءوعفو اور دیگر اوصاف حمیدہ سے متصف عظیم شخصیت تھے۔ ان کے عہد خلافت کے آغاز میں بلا دعجم نے غدر وبغاوت کا رو یہ اپنایا بالخصوص بلاد فارس میں بغاوت کی لہریں عروج پر رہیں چنانچہ اھل مکران نے عہد اطاعت کو توڑ د یا اور حدود سے بڑھ گئے سید نا عثمانؓ نے وہاں کمال حسن سیا ست کا ثبوت د یا سب سے پہلے بلاد ہند کے حالات پتا کر کے جائزہ لیا پھر سندھ، مکران اور بلوچستان کے علاقوں پر لشکر کشی اور فتح کیا۔

قاضی صاحب کی اس عبارت میں عالمانہ شکوہ، ادیبانہ دل کشی اور مورخانہ واقعات نگاری پائی جاتی ہے۔ کسی تحریر کا یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ ہمہ جہت ہو اور معنویت سے بھرپور ہو۔

ایک اور مثال پیش کی جاتی ہے شجاع الحبشی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کان شجاعا مقداما، و کانت لہ ید بیضاء فی الحروب، اقسم علی نفسہ ان لا یاکل و لا یشرب حتی یقتل الداھر، و غزا المسلمون داھر فی عاشر رمضان سنۃ ثلاث و تسعین وھو علی فیل ابیض، و کان شجاع الحبشی علی فرس فنفر فرسہ فرماہ داھر فاستشھد"(16)

'وہ دیر اور پیش قدمی کرنے والے تھے، جنگوں کے معرکوں میں انہیں ید بیضا کی شان حاصل تھی۔ انھوں نے قسم کھائی کی جب تک راجہ داہر کو قتل نہ کرلوں کھاؤں پیوں گا نہیں۔ مسلمان راجہ داہر پر دس رمضان 93 ھجری میں حملہ زن ہوئے وہ سفید ہاتھی پر سوار تھا۔ شجاع حبشی گھوڑے پر سوار تھے انھوں نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور اسے نیزہ مارا اور اسی عالم میں خلعت شہادت پہنی"۔

اس عبارت میں منظر نگاری، خاکہ نگاری اور تاریخ نگاری اتنے حسین اسلوب میں آپس میں گندھے ہوئے ہیں کہ یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ لکھنے والا مورخ ہے یا ادیب، اس کا تحریری میدان خاکہ نگاری ہے تاریخ نگاری۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں لکھتے ہیں:

" ولی عمر بن عبدالعزیز فی سنۃ ثمان و تسعین، وتوفی سنۃ احدی و ماۃ، وھو ابن تسع و ثلاثین سنۃ ، و کان یضاھی الخلفاء الراشدین فی العدل، و رد المظالم، والتقوی والنسک رحمہ اللہ"(17)

"سال 98ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سریر آرائے خلافت ہوئے 101 ھجری میں ان کی وفات ہوگئی جب وہ انتالیس سال کی عمر کو ہی پہنچے تھے۔ وہ عدل وانصاف ظلم کے خاتمہ اور تقوٰی وایثار میں خلفائے راشدین کی مثل تھے"۔

قاضی صاحب کا عمومی اسلوب یہ ہے کہ مختلف مورخین کی رائے پیش کرنے کے بعد اپنی راجح رائے پیش کرتے ہیں اور اس رائے کا اظہار لکھ کر کرتے ہیں (قال القاضی) اس کی صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

صفحہ 202 پر عمرو بن محمد ابن القاسم الثقفی کے تذکرہ میں "کما قال بلاذری " اور یعقوبی کہہ کر ان کے حالات لکھے ہیں پھر " قال محمد بن نجیب البغدادی فی کتاب اسماء المغاتلین من الاشراف فی الجاھلیۃ والاسلام" کہہ کر سوانحی حالات میں مزید اضافہ کیا ہے اس کے بعد "قال الطبری " اسی شخصیت سے متعلق کچھ مزید آثار و اخبار نقل کی ہیں آخر میں لکھتے ہیں۔

"(قال القاضی) کان عمرو بن محمد بن القاسم عاملا مستقلد علی السند و فتحھا من سنہ اثنتین و عشرین و م أۃ الی سنۃ خمیس و عشرین و م أۃ ، و مات فی سنۃ ست و عشرین و ماۃ، او بعد ھا با یام و شھود فی الہند"(18)

قال القاضی کہہ کر بھی بیان کردہ تاریخی حقائق کی تلخیص پیش کرتے ہیں کبھی تنقیح کر کے ترجیحی رائے پیش کرتے ہیں کبھی اپنے الفاظ میں حقائق تاریخیہ کا تکرار ہوتا ہے۔

وجہ تالیف

قاضی مبارکپوریؒ نے خود اس کتاب کی وجہ تالیف تاریخ جرجان کی ایک عبارت نقل کر کے بیان کی ہے۔ قاضی صاحب کی یہ عبارت مع ترجمہ پیش کی جاتی ہے جس سے کتاب کی وجہ تالیف واضح ہوتی ہے۔

"کما قال الحافظ ابو القاسم حمزہ بن یوسف السہمی فی تاریخ جرجان: انی رایت کثیرا من البلدان تعصب اھلھا و اظھر و امفاکرھا بدخول الصحابۃ والتابعین رضی اللہ عنھم اجمعین، بلادھم و کون الخلفء والا مراء و جماعۃ من العلماء عندھم حتی ازخولذلک تواریخ، و نفوا فیھا تصانیف علی مابلغھم، ولم ای لواحد من مشائخنا رحمھم اللہ صنف فی ذکر علماء اھل جرجان، اوراخ لھم تاریخا علی توفر علمائھا و تظاھر شیوخھا فضلائھا، فاجبت ان اجمع فی ذالک مجموعا علی قدر جھدی و طاقتی مع قلۃ بضاعتی، و عرض لی جمعہ حین نفالی العلماء الذین یوثق بعلمھم و یعتمد علی معرفتھم، ولم اتمکن من کتبھم فاستمد منھا اذ کان اھلھا قد اضا عوا القلۃ رغباتھم و فتور نیاتھم، فاقتصرت علی ما حضر، واخذت لماتیسر، و قدمت العذر حتی ان قصرت فیہ تقصوا او شذ عنی شئی ءکنت فی ذالک معذورا"۔ (19)

"میں بھی وہ کہتا ہوں جو ابو القاسم حمزہ بن یوسف السہمی نے کہا ہے کہ میں نے بہت سے شہروں کے باشندوں اور باسیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے علاقہ کے بارے میں تعصب کا اظہار کرتے ہیں اور اس شہر کے

مفاخر بیان کرتے ہیں کہ صحابہ و تابعین اس شہر میں تشر یف لائے۔ ان کے شہر و ں میں حکمرانوں اور امراء اور علماء کی جماعت جو موجود رہی اس کے بارے کتب تار یخ تصنیف کیں۔ ان کے حالات و واقعات کے بارے انہیں جو روایات پہنچیں ان کو مرتب و مدون کیا لیکن میں نے دیکھا کہ ہمارے مشائخ میں سے کسی نے علماء جرجان کے بارے میں کچھ تصنیف کیا ہو، کوئی ا یسا تاریخی مواد مہیا و مرتب کیا ہو جس میں اس شہر کے علماء، شیوخ اور فضلا کے حالات میسر ہوں۔ میں نے چاہا کہ اس موضوع کے متعلق اپنی بساط و ہمت کے مطابق کوئی مجموعہ مرتب کر دوں اگرچہ میں بہت بے بضاعت ہوں۔ اس کا جمع کرنا میرے لیے بہت وسیع کام بن گیا جب ان علماء نے جن کے پاس ان کی معلومات درست حالت میں موجود تھیں اور ان کی معرفت پر اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ جب میں نے ان سے مدد طلب کی تو ان کی کتب تک رسائی نہ ملی۔ حالانکہ وہ اس کے اہل تھے لیکن اپنی عدم دلچسپی اور نیت کے فتور کے باعث بہت کچھ ضائع کر دیا تو مجبوراً جو کچھ میرے پاس موجود تھا میں نے اس پر اکتفا کیا اور جو کچھ میسر آ یا اس سے اخذ کیا پس میرا عذر پیش خدمت ہے پس اگر اس میں کچھ کمی کوتاہی پائیں یا کچھ شذوذ پائیں تو مجھے معذور سمجھیں"۔

اس عبارت کے ذریعے قاضی صاحب نے وجہ تالیف، مواد کی کمی، مصادر کی عدم دستیابی، جو کچھ میسر آیا اس پر اکتفا کر کے ایک کتاب ترتیب دینے کی جانب اشارہ کیا ہے بلاشبہ قاضی صاحب نے اہل ہند کے علماء کی جانب سے یہ تصنیف مرتب کر کے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ خاص طور پر مسلمان اھل علم کے لیے قاضی صاحب کی یہ تاریخی دستاویز سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے جس کی رہنمائی میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

کتاب کے محتویات و ترتیب مضامین

کتاب کا پہلا حصہ بلاد ہند میں مسلمانوں کی معرکہ آرائیو ں اور فتوحات کے تذکرہ پر مشتمل ہے اور بہت سے متعلقہ مباحث بھی تحریر میں آ گئے ہیں جن میں سند اور ہند کی وجہ تسمیہ ، ہندوستان کی اراضی کے احکام فتوحات ہند سے متعلق کتب و تصنیفات وغیرہ شامل ہیں اس کتاب میں بنیادی طور پر زمانی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے واقعات کا تذکرہ تاریخی وقوع کے اعتبار سے ہے نہ کہ اہمیت کے اعتبار سے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے تذکرہ خیر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس کے بیان میں خلفاء اور حکمرانوں کی ترتیب کے تحت صحابہ و تا بعین کی آمد اور حالات کا ذکر ہے۔ سید نا ابو بکر کے عہد سے

خلافت راشدہ کا آغاز ہوتا ہے اس عہد میں کسی صحابی کی باقاعدہ آمد اور قیام کا ذکر نہیں ملتا۔ اور یعقوبی کی روایت کہ عثمان بن ابی العاص الثقفی عہد ابو بکر میں مکران پر حملہ آور ہوئے کی قاضی صاحب نے تردید کی ہے۔(20)

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں باقاعدہ صحابہ کی آمد شروع ہوتی ہے اولین صحابہ میں جو بلاد ہند میں ورود پذیر ہوئے عثمان بن ابی العاص الثقفی، الحکم بن ابی العاصؓ، اور المغیرہ بن العاص الثقفیؓ تینوں بھائی ہیں۔ قاضی صاحب کی تحقیق کے مطابق اٹھارہ صحابہ کرامؓ ہندوستان تشریف لائے۔ ایک کے بارے میں مختلف فیہ روایات کے باعث یہ تحریر کیا ہے کہ "صحابی اور تابعی" ان کا نام نامی کلیب ابو وائل ہے۔(21)

مدرکین کی تعداد پانچ ہے یہ وہ افراد ہیں جو زمانہ نبوت میں عہد طفولیت میں تھے۔ دو افراد مخضرمین سے ہندوستان تشریف لائے جو زمانہ جاہلیت و زمانہ نبوت میں موجود تھے مگر صحابیت کا شرف حاصل نہیں۔ قاضی صاحب نے ترتیب و بیان مضامین کا طریق کار کیا رکھا ہے خود ان کی زبانی پیش خدمت ہے۔

"میں نے اس کتاب میں سب سے پہلے ان جنگوں کا ذکر کیا ہے جن کا وقوع خلفاء اسلام کے زمانے میں ہندوستان میں ہوا پھر اس کے بعد ہندوستانی حکمرانوں اور امراء کا ذکر ہے جو خلفاء اسلام کے زمانے میں ہندوستان میں ہوا۔ پھر اس کے بعد ہندوستانی حکمرانوں اور امراء کا ذکر ہے جو خلفاء اسلام کی طرف سے اہل ہند پر والی بنے یا ہندوستانی جنگوں کے شرکاء و امراء کے طور پر نامزد ہوئے پھر صحابہ، تابعین مخضرمین مدرکین اتباع تابعین اور ان کے معاصرین کا ذکر ہے۔ صحابی سے مراد وہ ہیں جن کی حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی ہو اور اسلام پر ان کی وفات ہوئی۔ قطع نظر اس کے کہ ان کی مجالست کا زمانہ طویل ہے یا مختصر ان سے روایت منقول ہے یا نہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد کیا یا نہیں چاہے ایک لمحہ کی روایت نصیب ہوئی ہو اور مجالست نہ ملی ہو یا ایسے افراد جو نابینا ہونے کے باعث رویت سے محروم ہوں۔ ہر ایک کے حالات کے آغاز مین تصریح کر دی ہے کہ صحابی ہیں یا تابعی اور محض تابعین کے دور میں ہونے کو میں نے تابعیت نہیں سمجھا وہاں یہ تصریح کی ہے کہ معاصر تابعین ہیں۔(22)

کتاب کے آخر میں پانچ خواتین کا ذکر بھی ہے جو سندھ سے تعلق رکھتی ہیں جو اپنے تقویٰ، علم اور شرافت میں بڑے مقام کی حامل ہیں کتاب کا اختتام شعراء بنی امیہ میں سے ابو العطاء السندی کے تذکرہ پر ہوتا

ہے۔بنیادی طور پر کتاب کا آخری حصہ ہندوستانی محدثین اور ایسے علماء و فضلاء کے تذکرہ پر مشتمل ہے جو زمانہ اول میں ہندی النسل ہیں اور صاحب شرف و مقام ہوئے۔

اس کتاب کے مضامین و تحقیقات کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات پیش نظر رہنی ضروری ہے کہ جناب قاضی صاحب جس ہندوسند کو موضوع بحث بناتے ہیں وہ آج کا جغرافیہ نہیں اس وقت کے ہند کے بعض علاقے آج حدود افغانستان، پاکستان اور روس میں شامل ہیں۔

اسلوب استدلال و منہج تحقیق

قاضی صاحب کی یہ محققانہ کتاب بلاشبہ سینکڑوں کتب کے مطالعہ کا نچوڑ ہے۔تخلیق کار کسی فن پارہ کی تخلیق کے دوران جس محنت اور کرب سے گذرتا ہے اس کی شدت سے وہ خود ہی آگاہ ہوتا ہے لیکن قاضی صاحب کی اس کتاب کا مطالعہ ان کی محنت اور مصادر و مراجع سے مواد کے حصول کے لیے برداشت کی گئی تکلیف پر دلالت کرتا ہے۔کتب تاریخ اور کتب اسماء الرجال کتاب بلدان، کتب طبقات، کتب انساب، کتب مغازی وسیر، کتب دواویں شعراء الغرض ہمہ پہلو اور ہمہ جہت تحقیق و کاوش کا نتیجہ "العقد الثم ین" ہے۔ قاضی مبارک پوری اپنے اسلوب استدلال و تحقیق کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

" وطریقنافی بیان ایتان الصحابہ والتابعین الی الھند، وکونھم من الصحابہ والتابعین ان تذکر جمیع ما قال علماءھذا الشان، وان کانت الاقوال مختلفہ، ثم بینا ما کان الصواب عندنا، الاان نجد قولا واحد فنذکرہ فقط، لیکون القاری علی بصیرۃ ولنودی امانہ العلم والتحقیق کما وصلت الینا۔۔۔ ثم اخترنا والترتیب والتالیف حتی فی طریق الاداء والعبارۃ مسلک العلماءالقدماءتاسیابھم فی ذکر المغازی والفتوح وتیمنا لیسیر السلف الصالح"۔(23)

صحابہ و تابعین کی ہند میں آمد، اور ان کے صحابیت و تابعیت کے ثبوت کے مسئلہ کے بیان میں ہم نے علماء کے تمام اقوال کو جمع کیا ہے جو کہ اس سے متعلق ہیں۔اگرچہ یہ اقوال باھم مختلف ہوں لیکن ہم نے سب کا احاطہ کر کے بیان کر دیے ہیں اس کے بعد ہم اس قول کو بیان کرتے ہیں جو ہمارے نزدیک درست ہے اگر ہمیں کسی کے بارے میں صرف ایک قولی روایت ہی ملی ہے تو ہم نے صرف اسی کے ذکر پر اکتفا کیا ہے ان اقوال مختلفہ کو ذکر کرنے سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ قاری جس کو اختیار کرے وہ علی وجہ البصیرت امانت علم و تحقیق کو ادا کر دیں جیسا کہ ہم تک پہنچی۔ہم نے اس کتاب کی ترتیب و تالیف

یہاں تک کہ جملوں کی بناوٹ اور تعبیر ات کے بیان میں قدیم علماء کے مسلک کو اختیا ر کیا ہے جو ان کی کتب مغازی وفتوح میں موجود ہے اور سلف صالحین کے راستے پر گامزن ہوئے ہیں۔اب ہم مختلف عنوانات کے تحت قاضی صاحب کے اسلوب استدلال و تحقیق کی توضیح کرتے ہیں۔

اشعار سے استدلال

تاریخی حقائق کے ثبوت اور تائید کے لیے قاضی صاحب نے جابجا اس عہد کے شعراء کے اشعار سے استدلال کیا ہے مثلاً بنہ (بنوں) میں مسلمانوں کی حملہ زنی، غلبہ اور اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کے ثبوت کے طور پر "فتوح مھلب بن ابی صفرہ بنہ ولاھور" کے عنوان کے تحت یہ شعر پیش کیا ہے۔

الم تران الا زدلیلۃ بیتوا

بینۃ کانوا خیر جیش المھلب (24)

"کیا ہم ہے نہیں دیکھا قبیلہ ازد کو کہ انھوں نے بنہ میں ایک رات گزاری اس حال میں کہ وہ مہلب کے لشکر کا بہترین حصہ تھے"۔

الحکم بن المنذر العبد ی تابعی کے تذکرہ میں الکذاب الحرماز ی کے صرف دو شعر ذکر کرکے ان کی شخصیت، سیرت و کردار پر استدلال کیا ہے ان دو اشعار کے علاوہ ان کے بارے کچھ تحریر نہیں کیا گیا۔

یا حکم بن المنذر الجارود سرادق الملک علیک ممدود

انت الجواد بن الجواد المحمود نبت فی الجود، وفی بیت الجود (25)

ترجمہ : اے حکم بن المنذر جارود، آپ پر بادشاہت کے خیمو ں کا سایہ دراز ہے آپ قابل تعریف سخی ابن سخی ہیں آپ نے سخاوت کے گھر میں پرورش پائی اور سخاوت کے گھر میں ہی رہے۔

تطبیق روایات

مورخین، سیرت نگاروں اور محدثین کا عمومی اصول یہ ہے کہ روایات مختلفہ میں اولاً تطبیق و توفیق کی سعی کرتے ہیں تاکہ کسی بھی روا یت کو رد نہ کرنا پڑے اور آثار واخبار سب اپنی جگہ صحیح نظر آئیں۔ قاضی صاحب نے جمع و تطبیق کے اسی اصول کو اپنی کتاب میں برتا ہے۔اس کی دو امثلہ پیش کی جاتی ہیں۔

" ولایۃ عمر بن عبید اللہ بن معمر التمیمی" کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

"ان محمد بن ھارون کان علی السند حتی مات عبدالملک ومع ذالک ذکر خلیفۃ ان عبدالملک بعث الیھا عمر بن عبید اللہ الیھا، و ولا ھا ابن اسید فمعناہ ان عمر بن عبید اللہ کان علی الحرب، وابن السید علی الخراج او لاحداث، او کانا عونا لمحمد بن ھارون لان الدحوال والظروف کانت مضطربۃ فی تلک الایام فی السید"۔(26)

محمد بن ھارون سند کے والی رہے یہاں تک کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان کی وفات ہو گئی۔اس کے ساتھ خلیفہ بن خیاط نے یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ خلیفہ عبد الملک نے محمد بن ھارون کی جانب عمرو بن عبید اللہ کو بھیجا اور یہ بھی کہ ابن اسید کو سند کا والی بنا یا ان کا معنی یہ ہے عمر بن عبید اللہ کو امور جنگ پر عامل بنا کر بھیجا اور ابن اسید کو خراج واحداث کا نگران و والی بنا یا یا دونوں محمد بن ھارون کے معاونین تھے کیونکہ ان دنوں سندھ کے حالات و معاملات پریشان کن تھے۔

اسی طرح "فتوح تانہ وبروص والدیبل" کے عنوان کے تحت پہلے بلاذری کی روایت نقل کی ہے جس میں عثمان بن ابی العاص الثقفیؓ کے بحرین وعمان پر والی ہونے کا ذکر ہے ان کے بھائی حکم کو بروص اور تیسرے بھائی کو دیبل بھیجنے کا تذکرہ ہے۔

دوسری روایت ابن حزم اندلسی کی ہے جس میں عثمان بن ابی العاص کے بارے میں یہ ہے کہ انھوں نے ہند کے تین شہروں پر لشکر کشی کی۔ یاقوت حموی کی روایت میں ہے کہ دیبل کی طرف عثمان بن ابی العاصؓ نے اپنے بھائی حکم کو لشکر دے کر بھیجا۔تینوں روایتوں کو تطبیق دیتے ہوئے پہلے ابن حزم کی روایت کے بارے میں لکھا ہے:

" وھذا البیان فی غایۃ الایجاز وکتابہ فی النساب العرب ویشتر بعض الاحیان الی بعض الوقائع المھمۃ، ولیس من وظیفۃ فی ھذا الکتاب ایراد الفتوح والاخبار، واھم ما فی ھذہ الروایۃ بیان نمزوۃ عثمان بن ابی العاص نفسہ"(27)

یہ روایت انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہے چونکہ ابن حزم کی کتاب النساب العرب سے متعلق ہے اس لیے وہ کہیں کہیں بعض اہم واقعات کے ذکر پر ہی اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اس کتاب کا مقصود و موضوع فتوحات و آثار نہیں۔اس لیے یہاں اہم بات نقل کی گئی ہے کہ جو عثمان بن ابی العاص کی ذات سے متعلق ہے (اس نے دیگر بھائیوں کی جنگوں اور جن علاقوں کو مفتوح کیا ان کا ذکر نہیں)۔

یاقوت حموی کی روایت کی توجیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لم یذکر الحموی فی بیان تانه و بروص غزوة الحکم علیهما و انما ذکر ها فی الدیبل فقط لان کتابه معجم البلدان فی الجغرافیه لا فی الفتوح والاخبار ولکنه ذکر فیها اسم الحکم مکان المغیره او ظنه من خطاء النسخ او الطبع"(28)

حموی نے اپنے اس بیان میں تانہ وبروص کے علاقوں پر حکم کی لشکر کشی کا ذکر نہیں کیا اس نے صرف دیبل کا ذکر کیا ہے کیونکہ اس کی معجم البلدان کتاب کا موضوع صرف جغرافیہ ہے نہ کہ ذکر فتوحات و آثار کا بیان البتہ اس نے حکم کا ذکر مغیرہ کی جگہ کر دیا ہے یہ نسخوں میں کوئی خطا ہے یا طباعت کی غلطی لگتی ہے۔

ترجیح روایات و آثار

روایات کے مابین اگر جمع و تطبیق ممکن نہ ہو تو محققین اپنی تحقیق و تدقیق کے نتیجے میں دلائل و براہین کے ساتھ کسی ایک روایت کو راجح قرار دیتے ہیں قاضی مبارک پوریؒ نے اپنی اس تحقیقی دستاویز میں ترجیح روایات کے اصول کو متعدد جگہ برتا ہے۔ ذیل میں اسکی دو امثلہ پیش کی جاتی ہیں۔

طبری کی روایت سے فتح مکران الثانی سے متعلق طویل روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فی جمیع المواضع فی هذه العبادرة کان (سهیل ابن عدی) فکتبناه (سهل بن عدی) لانه هو صحیح۔ وکذلک کان (الحکم بن عمرو التغلبی) بالتاء المثناة فکتبناه (الحکم بن عمرو الثعلبی) بالثاء المثله لانه هو صحیح۔"(29)

اس عبارت میں تمام مواقع پر نام سہیل بن عدی ہے جبکہ ہم نے سھل بن عدی لکھا ہے کیونکہ یہی صحیح ہے اس طرح الحکم بن عمرو التغلبی لکھا ہے جبکہ ہم نے الحکم بن عمرو الثعلبی لکھا ہے کیونکہ تحقیق کے مطابق یہ ہی صحیح ہے۔

اسی طرح حارث بن مرہ العبدی کے حالات میں ابن خلدون کی روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" وهذا القول خلاف ما قال البلاذری و غیره من ان الحارث بن مره العبدی قتل هو و من معه الا قلیلا فی القیقان سته سنة اثنتین و اربعین فی ایام معاویه و هو الصحیح"(30)

یہ قول بلاذری اور دیگر مورخین کے اس قول کے خلاف ہے کہ حارث بن مرہ العبدی اور ان کے ساتھی قیقان کی جنگ میں 42ھ میں شہید ہوگئے اور تھوڑے ہی محفوظ رہے یہ خلافتِ معاویہؓ کے دور کا واقعہ ہے یہ روایت ہی صحیح ہے۔

موضوعات اور مناکیر کا تذکرہ

اس کتاب کی انفرادیت وامتیازات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ موضوع سے متعلق جو بھی روایات دستیاب ہوئیں ان کو بیان ضرور کیا ہے اس وجہ سے یہ کتاب ایک موسوعۃ کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ ایک عنوان "بعض المناکیر والموضوعات منسوبۃ الی النبی ﷺ عن الھند "باندھا ہے۔اس کے ذیل میں سات روایات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ان کا موضوع و مردود ہونا ثابت کیا ہے۔اس سلسلے میں "رتن الھندی" کی صحابیت کی روایات کی بھی تردید کی ہے۔

تحقیق مزید کی طرف اشارات

قاضی مبارکپوریؒ نے بعض تحقیقی مباحث میں اسکا اظہار بھی فرمایا ہے کہ اس موضوع پر مزید تحقیق و تفتیش کی ضروت ہے ایک عبارت بطور مثال تحریر کی جاتی ہے۔

"لما عقد الحجاج لمحمد بن القاسم علی غزوۃ السند ضم الیہ مع جندہ الذین کانوا بیجاریون بلا دفارس ستۃ آلاف جند من اھل الشام وخلقا سواھم، وکان فیھم من العباد والزھاد والمرابطین والمتطوعین المنجتبین الی اللہ جماعۃ، ومن المحدثین والفقہاء والعلماء جمیع، ویذلنا ما فی وسعنا فی تحقیق اسمائھم وانسابھم الی جاءت مھرقۃ فی کتاب منہاج الدین کما رایت، ومع ذالک بقی کثیر من ھذہ الاسماء والانساب لم نھتد الی الصحیحھا وتحقیقھا، فنوردھا کما وجدنھا وفیھا مجال التحقیق لاھل العلم "۔(31)

جب حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو سند پر جہاد کے لیے متعین کیا تو اس کے ساتھ بلاد فارس میں لڑنے والے بہت سے جنگجو جو تعداد میں چھ ہزار تھے اور ان کا تعلق شام سے تھا بھیجے ان کے علاوہ بہت سے افراد بھی شامل ہوئے ان میں عابدوں، زاھدوں، شب زندہ داروں اہل خیرات اور صاحب دل لوگوں کی بہت بڑی جماعت تھی ان میں محدثین فقہا اور علماء بھی شامل تھے ہم نے اپنی بساط کے مطابق ان کے اسماء وانساب کی تحقیق کی پوری کوشش کی ہے جو کتاب منہاج الدین میں مذکور ہیں اس کے ساتھ

ساتھ بہت سے اسماء وانساب کی تحقیق و تصحیح تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی ہم نے ان کو جیسے ملے ہیں ویسے ذکر کرتے ہیں اس میں اھل علم کے لیے تحقیق کا میدان کھلا ہے۔

دو محل نظر پہلو

قاضی صاحب بلاشبہ ایک محقق و مورخ کی حیثیت سے ایسے مقام کے حامل ہیں جو انہیں اپنے ہم عصروں میں ممتاز کرتا ہے لیکن بعض اوقات انسان کے شخصی میلانات ورجحانات اس کی تاریخی آراء پر اسطرح اثرانداز ہوتے ہیں کہ وہ الفاظ وروایات کے انتخاب میں انہی کے زیر اثر چلتا ہے قاضی صاحب نے دو مقامات پر ایسے الفاظ میں اظہار فرمایا ہے کہ جو قابل نقد ہیں اور تاریخی حقائق سے سہو نظر کے مترادف ہے۔

ربیع بن زیاد الحارثی کے حالات میں ایک جگہ یہ جملہ تحریر کیا ہے۔ "فوتی معاویة زیاد بن ابیه"(32) تاریخ کا ہر طالب علم سیدنا معاویہؓ کے زیاد بن ابی سفیانؓ کے نسبی استلحاق سے واقف ہے۔ زیاد عہد جاہلیت کے ایک نکاح کی صورت میں حضرت ابوسفیانؓ کے بیٹے ہیں۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا معاویہ کے سامنے 44ھ میں دس ثقہ اور قابل اعتماد لوگوں نے گواہی دی کہ زیاد ابوسفیانؓ کے بیٹے ہیں۔ ان گواہوں میں سیدنا مالک بن ربیعہ سلولیؓ اور سیدہ جویریہ بنت ابی سفیانؓ شامل ہیں۔

ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

"شهد و كلهم على ابی سفيان ان زياد ابنه الا المنذر فيشهد انه سمع عليا يقول اشهد ان اباسفيان قال ذالك"(33)

سب کے سب نے گواہی دی کہ زیاد ابوسفیان کے بیٹے ہیں البتہ منذر بن زبیر نے اس طرح گواہی دی کہ انھوں نے سیدنا علیؓ کو یہ گواہی دیتے سنا کہ ابوسفیان نے کہا تھا کہ زیاد مرا بیٹا ہے۔

اس استلحاق کے بعد "زیاد بن ابیہ" کہہ کر تذکرہ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ جب کہ سیدہ عائشہؓ نے خود اپنے ہاتھوں سے زیاد کے نام خط لکھا اور اس میں یوں مخاطب کیا "من عائشه ام المومنين الى زياد بن ابی سفيان "(34)

زیاد بن ابیہ یا زیاد بن سمیہ اس وقت مخاطب کیا جاتا تھا جب کہ یہ استلحاق نہ تھا۔

دوسری عبارت میں قاضی صاحب حجر بن عدی کے بارے میں لکھتے ہیں "وھو اول من قتل صبرا فی الاسلام"(35)

ترجمہ : وہ پہلے شخص ہیں جنہیں اسلام کے لیے (باحالت اسلام میں) باندھ کر قتل کیا گیا۔

حجر بن عدی کے بارے اس طرح اولیت اور شان بیان کرنا بھی تاریخی حقائق کے منافی ہے۔ حجر بن عدی قاتلین عثمان کے ہتھے چڑھ کر بغاوت وفساد میں شریک ہو گئے تھے چنانچہ طبری کی روایت ہے کہ ۴۱ھ میں سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے وہ اپنے خطبوں میں سیدنا عثمانؓ کے لیے دعائے رحمت کرتے اور قاتلان عثمانؓ پر لعنت کرتے اس کے جواب میں حجر بن عدی کہتے ہیں۔

"بل ایاکم فذمم اللہ ولعن"

(بلکہ تم پر اللہ کی لعنت ہو)

چنانچہ انھوں نے جب شر وفساد کی انتہا کردی اور سیدنا عدی بن حاتمؓ سیدنا جریر بن عبد اللہ البجلی اور سیدنا خالد بن عروطہ ازدی جیسے صحابہ کی نصیحتوں اور خیر خواہی کو نہ مانا اور بالفعل سرکاری فوج پر حملہ کیا تو ان کو بارہ ساتھیوں سمیت گرفتار کیا ستر افراد کی گواہیاں تحریر میں لائی گئیں جنھوں نے ان کی بغاوت اور سرکشی کے بیانات دیے گواہی دینے والوں میں سیدنا عمرو بن حریثؓ، سیدنا وائل بن حجرؓ، سیدنا کثیر بن شہابؓ، سیدنا عامر بن مسعودؓ، سیدنا محرز بن حارثہؓ اور عبید اللہ بن مسلم الحرمی جیسے اصحاب رسول شامل تھے جنھوں نے گواہی دی کہ حجر بن عدی باغی ہے بیعت توڑنے کی دعوت دیتا ہے لوگوں کو امیر المومنین کے خلاف جنگ پر اکساتا ہے اس لیے ان کو شام، معاویہؓ کے پاس بھیج دیا گیا چنانچہ انھیں جرم شر وفساد میں قتل کیا گیا۔

جرم بغاوت وسرکشی میں قتل کیے جانے والے ایسے فرد کو جو سیدنا عثمانؓ کو "اول من جار فی الحکم" (حکومت میں ظلم وجور کرنے والا پہلا شخص) کہے تعریفی انداز میں یہ کہنا کہ اول من قتل صبرا فی الاسلام کسی طرح بھی درست نہیں۔(36)

العقد الثمین کے بارے میں اہل علم کی آراء

اس کتاب کو اہل علم کے حلقوں میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی اساتذہ و محققین نے اس تاریخی دستاویز کو بہت سراہا قاضی صاحب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"قد من اللہ علیہ یقول حسن الا وساط العلمیہ، وتلقی اعجابا و تقدیرا من قبل الباحثین المحققین"(37)

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب پر احسان فرما یا اور اسے مراکز علمیہ میں حسن قابلیت کا شرف بخشا۔ اسے خوشگوار حیرت و پسندیدگی اور قدر و منزلت کے ساتھ اہل علم و تحقیق کی جانب سے خوش آمدید کہا گیا۔ معروف عرب صحافی عبد القدوس الانصار ی المدنی مدیر مجلہ "المنہل" العقد الثم ین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"من اھم کتبہ، واورع مصنفانۃ، وقد وفق فیہ شکلاً وموضوعا واسعا ومسعی"۔(38)

یہ ان کی کتب میں سے اہم ترین کتاب ہے اور ان کی تصنیفات میں سے سب سے دل کش ہے اور انھوں نے اس میں ایک اہم اور وسیع موضوع پر گراں قدر مواد فراہم کیا اور بہت جد وجہد سے کام لیا ہے"۔

علامہ محمد حسن بن سید علوی المکی المالکی تحریر کرتے ہیں۔

یا کاتب العقد الثمین تحیۃ من مخلص فرح لعقدک ظافی

اے عقد الثم ین لکھنے والے تجھے سلام ا یک مخلص کی طرف سے جو مسرور ہے تیر ے "عقد" پر

اظھرت تاریخنا مجید احافلا بالفخر والعز القدیم الساقی

تونے ہماری شرف وعزت سے بھرپور قد یم فخر اور شان اور سربلند ی کے ساتھ تاریخ کو ظاہر کر دیا

ازخت لاسلاف کیف اتوالی هذی التقاع لدعوۃ الاسلام

تونے اسلاف کے آنے کی تاریخ بیان کر دی کہ وہ دعوت اسلام کے لیے کیسے اس خطے میں آئے۔

حوالہ جات و حواشی

1۔ قاضی اطہر مبارکپور ی، کاروان حیات، ص 91، بیت العلم، کراچی 2005ء

2۔ا یضاً، ص20

3۔ا یضاً، 22

4۔ا یضاً، ص29-28

5۔ا یضاً، ص 29۔28

6۔آخر ی ایام کے احوال قاضی اطہر مبارک پور یؒ کے بیٹے قاضی سلمان مبشر مبارک پور ی کے بذر یعہ ٹیلیفون بیان کردہ ہیں۔(مقالہ نگار)

7۔قاضی اطہر مبارکپور ی،العقد الثم ین فی فتوح الھند و من ورد یھا من الصحابۃ والتبع ین، ص ا، دارالانصار، قاہرہ، مصر، س۔ن

8۔ا یضاً، ص3

9۔ا یضاً، 3

10۔ا یضاً، ص3

11۔ا یضاً، ص3

12۔ا یضاً، ص4

13۔ا یضاً، ص7،6

14۔ا یضاً، ص5

15۔ا یضاً، ص68

16۔ا یضاً، ص170

17۔ا یضاً، ص180

18۔ا یضاً، ص202

19۔ا یضاً، ص11

20۔ا یضاً، ص35

21۔ا یضاً، ص86

22۔ا یضاً، ص11

23۔ا یضاً، ص20

24۔ا یضاً، ص29

25۔ا یضاً، ص 112

26۔ا یضاً، ص120

27۔ا یضاً، ص49 تا42

28۔ ایضاً، ص42

29۔ ایضاً، ص48

30۔ ایضاً، 48

31۔ ایضاً، ص162

32۔ ایضاً، ص58

33۔ عسقلانی، احمد بن علی بن الحجر، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، تحقیق علی محمد الجار ی، ج 2، ص 64، دار الجبل، بیروت، 1992ء

34۔ محمد ابن سعد، طبقات الکبر ی، ج7، ص100، دار ضادر، بیروت، 1968ء

35۔ العقد الثم ین، ص58

36۔ محمد بن جر یر الطبری، تار یخ الامم والملوک (المعروف تار یخ طبر ی)، ج 3، ص 225 تا 230، دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اول 1407ھ

37۔ العقد الثم ین، ص3

38۔ ایضاً، ص5